# التقریظ والانتقاد

## اردو املا

۵

### ایک تنقیدی جائزہ

( )

از جناب مولوی حفیظ الرحمان صاحب واصف

شئے لطیف صنا۴۱

مِی ناب ، مے ناب صحیح ہے۔ لفظ شئے میں آپ کو غلط فہمی ہوئی۔ اس کا تلفظ ہمزہ کے ساتھ ہے۔ شئے ءِ لطیف۔ یہ لفظ مہموز اللام ہے۔ ہمزہ مادہ کا حرف ہے یہ حذف نہیں ہو سکتا۔ اِنَّ اللہَ عَلیٰ کُلِّ شَیٔ ءٍ قَدِیر۔

مندرجۂ ذیل مصرعوں کی تقطیع کیجئے:۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا

جفائے آسماں بھی شکوہ سنج بے نیازی ہے جلوے میں تیرے ہے تسخیر ہوائے دیدار

آپ فرماتے ہیں کہ تقطیع میں بر و زن کو ، بردنے فرض کر لیا جائے گا۔ تماشائے میں ایک کی جگہ دو دیے مان لی جائیں گی۔

فرض تو کیا جاتا ہے شئے ءِ موہوم و معدوم کو اور آپ خود اپنی زبان سے ایک زائد دے کا تلفظ بھی فرماتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ فرض کر لی گئی ہے۔ دو دیے مان لی جائیں گی۔ یعنی اگرچہ ان کا وجود نہیں ہے مگر مان لی جائیں گی۔ تو جب ایک فرضی چیز کو ماننا ہی ٹھہرا تو دو دیے میں سے ایک کو ہمزہ ہی کیوں نہ مان لیا جائے؟۔

یہاں ایک نیا قاعدہ ہاتھ لگا کہ علم اللسان کی بنیاد مفروضات پر بھی رکھی جاسکتی ہے۔

عدد استغراقی ص ۲۴۸

اہل دہلی عدد استغراقی میں دو سے پانچ تک واو مجہول اور نون غنہ لگاتے ہیں چھ میں (ون) لگانے کے بجائے چھ کے چھ کہتے ہیں۔ پھر ساتوں، آٹھوں۔ پھر نو سے سو تک کہیں (ون) نہیں۔ چھ کی طرح نو کے نو، دس کے دس، گیارہ کے گیارہ الخ۔

بچیاسی، بچیانوے کا تلفظ بکسر اول ج مشدد یائے مخلوط سے ہے۔ نانوے میں یائے مخلوط نہیں ہے۔ چھ کا تلفظ دہلی میں بفتح اول۔ بروزن مے ہے اور یوپی میں بکسر اول بروزن ملے اور ہوے۔ تلفظ میں یائے مجہول کچھ تھوڑی سی ہے۔ میرے خیال میں یہ لفظ مرکب نہیں ہے۔ تنہا ایک مفرد حرف ہے۔ اور اگر مرکب مانا جائے تو میرا قیاس یہ کہتا ہے کہ چھچھے ہوگا۔ مخفف ہوکر اکیلا رہ گیا۔ بہرحال تحقیق طلب ہے۔ چھدام (چھ دام) بفتح اول اسی سے بنا ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں چھ پر بھی زبر لگا ہے۔

غلو ص ۲۶۲

غلو اور افراط و تفریط دونوں طرف ہے۔ اگر ایک طرف یہ ہے:۔
ایکطرف، ضرورتکے موافق، ضرورتکیموافق، ضلعمرادآباد۔ وغیرہ۔ تو دوسری طرف یہ ہے۔ بل کہ، بے گار، بے زار، بے دار، بے داد، بے زار، بے رونی، بے طالب، بے وہ، بے ہودہ۔

نون نفی، بائے جارہ اور چہ میں ہائے مختفی نہیں تھی۔ علحدہ لکھنے میں وہ صرف ایک نوک تھی قلم کی روانی سے اس کے آگے خم آگیا ہائے مختفی بن گئی۔ اگر ہم بخوبی، بہرحال، بدولت ملگفت لکھیں تو وقت کی بھی بچت ہے اور قلم کا سفر بھی مختصر ہوتا ہے۔ ایک ناخواندہ مہمان سے بھی نجات مل گئی۔ تحریر میں جگہ بھی کم خرچ ہوئی۔

بمان دہلی

پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ دو حرفوں کو ملا کر جیسے بلکہ، چونکہ، وغیرہ یا اسم اور حرف کو ملا کر لکھیں۔ جیسے غرضکہ، بشرطیکہ، بیشک وغیرہ، تو اس میں فائدہ تو ہے نقصان نظر نہیں آتا۔

بہرحال اس افراط اور تفریط سے سخت انتشار پیدا ہوگیا ہے۔ کلی حکم دیا گیا کہ دو لفظوں کو ملا کر نہ لکھو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مفرد الفاظ کے بھی ٹکڑے ہوگئے۔

طالب علم حیرانی و پریشانی کی اصل وجہ یہ ہے کہ قوم کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے گھٹیا لوگ بیک اسکولوں میں آتے ہیں۔ وہ اپنی تہذیب اپنا کلچر اپنا اخلاق اپنی زبان اپنا لہجہ اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ تعلیم عام ہوتی جا رہی ہے۔ معیار گرتا جا رہا ہے، تربیت فنا ہو چکی ہے۔

## کشش ص ۵۲

اساتذۂ فن تو بلاضرورت سین کی کشش بھی معیوب قرار دیتے ہیں۔ اور محض کشش بلا حرف تو بہت ناپسند کرتے ہیں۔ لفظ قطعہ کو کشش سے لکھنا غیر مستحسن ہے اور لفظ مثنوی میں واؤ سے پہلے کشش آ ہی نہیں سکتی۔ کشش کے ساتھ واؤ اور قاف کے جوڑ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس قسم کی فروگذاشتیں اور غلطیاں آج کل عام ہیں وجہ یہ ہے کہ صحیح تربیت یافتہ خوشنویس نہیں رہے۔ کتابت میں الفاظ کے درمیانی فاصلوں کو مناسب حد تک ملحوظ رکھتے ہوئے عبارت کو پھیلانے کی واقفیت ہی مفقود ہو چکی ہے۔

اب دیکھیے کتاب اردو املا کے صفحہ ۵۰۳ پر پہلا پیرا (سے ہے) پر ختم ہوتا ہے۔ اگر لفظ مسئلہ کی غیر ضروری کشش نہ ہوتی اور ڈیش و کوما اور دیگر فاصلوں کے تناسب کا لحاظ رکھا جاتا تو (سے ہے) الگ کر بھی جگہ خالی رہتی۔ چھوٹے چھوٹے لفظوں کے لئے پوری سطر ضائع کر دینا عام عادت بن گئی ہے۔ اسی کتاب میں سے اور چند مثالیں دیکھیے اور آپ خود غور

فرمائیے کہ مندرجہ ذیل الفاظ کی گنجائش کیا سطر ماقبل میں نہیں تھی؟۔
مثلاً ڈالا ہے۔ ص ۲۶ ہیں۔ جاتا ہے۔ ص ۳۰ ہے، ہو سکتا ہے۔ ص ۴۱ ہی نہیں۔ ص ۴۸ ہیں۔ ص ۵۱ چاہیے۔ ص ۹۰ جائے۔ ص ۱۰۶ وغیرہ۔ ص ۱۰۷ اگی۔ ص ۱۰۸ اگا۔ ص ۱۸۹ ہے۔ ص ۳۲۳ جائے گا۔ ص ۳۳۱ نہیں۔ ص ۳۳۸ کے ساتھ۔ ص ۳۷۹ بات ہے۔ محض ورق گردانی سے ہی سیکڑوں مثالیں ملیں گی۔ غیر ضروری کششوں پر خاص طور سے غور کیا جائے بعض جگہ تو ستم ہی ڈھایا ہے صرف "گا، گی، ہے، ہیں، نہیں" کے لئے پوری ایک سطر کو ضائع کیا گیا ہے۔ بہت سی جگہ ایک سطر بلا وجہ اور بلا ضرورت خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ مثلاً ص ۵۰۰ پر ایک سطر خالی چھوڑنے کی وجہ میری سمجھ میں تو نہیں آئی۔

زیر زبر اور نقطے لگانے میں آج کل کے ناتربیت یافتہ کاتب (اور ان کی اکثریت ہی ناتربیت یافتہ ہے) بے انتہا تکلیف دہ اور پریشان کن بے احتیاطی کرتے ہیں۔ حرف کے اوپر کا زیر سطر بالا کے حرف کا زیر معلوم ہوتا ہے سوچنا پڑتا ہے کہ یہ نقطہ یا اعراب اوپر کے نیچے کا ہے یا نیچے والے حرف کے اوپر کا ہے۔ واضح ہو کہ قلم کی کتابت اور ٹائپ میں بہت فرق ہے۔ یہاں کمپوزٹینگ کی قسم کی کوئی دشواری نہیں ہے۔

کاتب صاحب سے درگذر کا طالب ہوتے ہوئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے فن میں مداخلت بلا وجہ نہیں کر رہا ہوں۔ کچھ تھوڑی سی واقفیت احقر کو بھی فن خطاطی سے ہے۔ احقر کے سلسلۂ اساتذہ میں دو متقدر ہستیاں سراج الدین نام کی بھی ہیں۔ شاعری کی ٹوٹی ٹانگ میں تو بلا واسطہ نواب سراج الدین احمد خاں سائل سے اور خوش خطی کی ابجد میں اعلیٰ حضرت ظل سبحانی سراج الدین ظفر بہادر شاہ سے بالواسطہ شرف تلمذ حاصل ہے۔ میں نے ابتدائی مشق کی استاد عبدالغنی سے اور وہ شاگرد تھے اپنے والد منشی ممتاز علی کے اور وہ شاگرد تھے بہادر شاہ ظفر کے۔

نسبت ہے بہت بڑی مگر خود کیا ہے بدنام کنندۂ نکو نامے چند

غور فرمایئے۔! یہ فن شریف تخت شاہی سے ٹپڑیوں پر جا پہنچا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار
اصول کے مطابق "میں اور ہیں" کے شروع میں گول سر بنایا جاتا ہے۔ امتیاز کیلئے شوشہ لگایا جاتا ہے۔ اگر نیچے شوشہ ہے تو (ہ) اور شوشہ نہیں ہے۔ تو (م) ہے۔
صفحہ ۵۰ سطر ۱۰ میں پانچ لفظوں میں (ر) کا جوڑ ایک ہی طرز کا لگایا گیا ہے جو غلط ہے۔ کاتب صاحب غور فرمائیں۔

## چینوٹی ص ۵۲۳

اس لفظ کے تلفظ میں علاقائی اختلاف ہے۔ اہل دہلی کے تلفظ میں واضح طور پر یائے معروف اور واؤ موقوف ہے یوپی میں چ مکسور ہی واو پر پڑھ جاتی ہے۔ اور بعض مرتبہ مضموم ہوجاتی ہے۔ اب رہی کتابت میں نون غنہ کے مقام کی تعیین۔ یہی کام بہت مشکل ہے۔ آصفیہ میں نون غنہ کو واؤ اور (ٹ) کے بیچ میں لکھا گیا ہے۔ لیکن میں (ی) اور واو کے بیچ میں جگہ دیتا ہوں۔ کیوں؟

میری دلیل یہ ہے کہ اسی لفظ کا دوسرا تلفظ بھی ہے اور دہلی میں عام ہے چمیٹی اور چمیٹا۔ ممکن ہے دوسرے مقامات میں بھی کہیں ہو۔ اور اسی تلفظ سے لفظ چمٹا بمعنی آتش گیر معرض وجود میں آیا ہے۔ کیونکہ چینوٹے کے جبڑے اور آتش گیر دونوں میں گرفت کی مشابہت ظاہر ہے۔ دہلی میں آتش گیر کو دست پناہ کہتے ہیں اور سادھوؤں کا چمٹا کہلاتا ہے۔

نون غنہ اور واؤ مخلوط ہو کر میم بن گیا۔ اور واؤ تنہا میم کا مخرج اختیار نہیں کرسکتا جب تک ی کے کھنچاؤ کے ساتھ نون غنہ شامل ہو کر نہ آئے اور اگر بغیر نون غنہ کے واؤ کا تلفظ ہو گیا تو بعد میں نون غنہ کی آواز پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور بالفرض ہو بھی جائے تو واؤ کو مبدل بہ میم کرنے کا عمل نہیں ہو سکتا۔ تو جب کہ نون غنہ کی آواز واؤ سے پہلے ضروری ہے تو کتابت میں بھی اس کا مقام متعین ہے۔

علاقائی اختلاف لہجہ کی مثال میں ایک اور لفظ پیش کرتا ہوں۔ لفظ ڈیوڑھی کو دہلی والے بکسر اول ویائے مجہول ساکن، واو ملفوظ موقوف (بروزن بیٹھکی) بولتے ہیں۔ لیکن یوپی میں اس کا تلفظ بھی چینوٹی کی طرح ہے۔ یعنی دال مکسور اور واو کے بیچ میں ری نہیں۔ بلکہ ڈال مکسور واو سے ملتی ہوئی مائل بفتحہ ہوتی ہے۔

اس کا ماخذ لفظ ڈیوڑھ (بروزن زیور) ہے۔ ڈیوڑھ کے معنی تسلسل کے ہیں اور اسی معنی میں دہلی میں بولا جاتا ہے۔ ڈیوڑھی میں آمد و رفت کا تسلسل ہوتا ہے وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔

## یائے معدولہ مسئلہ

سابقہ اوراق میں عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ جس واؤ کو معدولہ قرار دیکر رد کر دیا گیا ہے اگر آپ غور کریں تو کچھ کارفرمائی اس کی اب بھی باقی ہے جیسے خوان اور خان، درخواست اور برخاست میں فرق ہے اور فرق کرنا چاہیے۔ میں واو معدولہ کو بھی متروک نہیں سمجھتا۔ اور جس کو یائے معدولہ کہا جا رہا ہے اگر غیر ملفوظ کے معنی میں کہا گیا تو صحیح نہیں کیوں کہ وہ تو ہائے مخلوط کی طرح ملفوظ ہے۔

آپ نے چار حرفوں (و ہ ری) کو معدولہ کا نام دیا ہے۔ میرے خیال میں معدولہ کے بجائے مخلوط کا نام دینا چاہیے۔ اور جس (ی) کی مثالیں دی ہیں وہ تو صاف طور پر تلفظ میں آتی ہے۔ کہیو، رہیو، جو بیا میں تو واضح طور پر ہائے ملفوظ ہے۔ پہیا میں ذرا دب جاتی ہے۔ اور پہیا، جہپیا کا تبدیل شدہ تلفظ ہے اس لئے کچھ ذرا دب جاتی ہے۔

بہرحال فارسی الفاظ جو اردو کا جزو لاینفک بن چکے ہیں جس طرح ان میں ہم معروف و مجہول کے امتیاز کو ترک نہیں کر سکتے۔ اسی طرح یہاں واؤ معدولہ کی بھی ضرورت ہے معدولہ کہہ کر اس کا تلفظ بچپن سے نہیں کرایا جاتا۔ ورنہ اس کا تلفظ کچھ مشکل

نہیں۔ دیکھیے لفظ بوائے کے ضمن میں ص ۵۳۲ پر آپ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

## نیولا وغیرہ ص۶۲۹

مندرجہ ذیل الفاظ میں بھی علاقائی لہجے کا اختلاف ہے۔ دہلی کے لہجے میں کیاری بروزن پیاری، نیولا اور کیوڑا، بروزن کیکڑا۔ اور تیوڑانا کا تلفظ بھی انھیں کے مطابق جیوڑا بکسر اول ویائے معروف ساکن واؤ موقوف۔ جو ہیا میں واؤ لکھا ضروری نہ ہوگا
ماند اور چاند میں نون غنہ نہیں ہے۔ ہاں کنور، بھنور میں غنہ ہے۔

## سرہانا ص ۶۲۸

ایک لفظ ہے، ہاں، اسم ظرف ہے۔ یہاں، وہاں، سرہانا۔ اسی سے مرکب ہوکر بنے ہیں، یوپی میں پائنتی ہانا بھی بولتے ہیں۔ (دہلی میں پائنتی) اصل کے لحاظ سے ہائے مخلوط نہیں تھی۔ کثرت استعمال سے مخلوط ہوگئی۔

## کہ یہ وغیرہ ص ۶۴۱

اس شوشہ کا اضافہ قطعاً غیرضروری ہے۔ میں گذشتہ اوراق میں اختلاف رائے لکھ چکا ہوں۔ اگر یہ شوشہ نہ لگایا جائے تو نہ لفظ کے پڑھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے نہ کوئی التباس لازم آتا ہے۔ ہائے مختفی وغیر مختفی کی اصطلاحوں کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے انکو اس امتیاز کے چکر میں نہ ڈالیے۔

## ملتے جلتے ص۶۴۵

ان الفاظ کا مادہ مان، جان ہے۔ اسی پر صیغوں کی علامتیں لگتی ہیں۔ علامت مصدر (نا) علامت ماضی (الف) علامت مضارع (ے) علامت حال (تا ہے) علامت استقبال (گا) وغیرہ۔

گا کے بارے میں تو آپ کا یہ ناطق فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ ملا کر ہرگز نہیں لکھا جائے گا۔ بلکہ اگر گا، گی، دوسری سطر میں تنہا جا پڑے تب بھی خوبصورت ہے (دیکھیے ص ۱۰۷

س ۹) اور پوری کتاب میں اس فیصلہ کا التزام کیا گیا ہے۔ اب اگر عود ہندی کے کاتب نے دوسرے صفحوں کی علامتوں کو بھی الگ کر دیا تو اس نے آپ کے حکم کی تعمیل کا حق ادا کیا۔ یہ علامتی الفاظ ہی تو ہیں اس میں گلہ شکوہ کیا ہے۔ ترے اور سٹھ بھی دو مستقل لفظ ہیں (تین اور ساٹھ) آپ ہی کا حکم ہے کہ دو لفظوں کو ملا کر نہ لکھو۔

سیر مرادف پیاز ص۶۲

اقتباس میں سیر مرادف پیاز دیکھ کر شک پڑ گیا۔ اس کی تحقیق کر لی جائے۔ لفظ مرادف سے مصنف کی کیا مراد ہے۔؟ واللہ اعلم

⁂ ⁂ ⁂

کتاب کا سرسری مطالعہ کرنے میں جہاں کہیں اپنے خیالات کا اظہار ضروری سمجھا اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحریر کر دیا گیا ہے اور دوران تحریر کوشش یہ رہی ہے کہ ادب و احترام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ تاہم اگر کہیں کچھ جذباتیت آگئی ہو تو عفو و درگذر کا طالب ہوں۔

آپ نے کتاب میں بہت سے اصطلاحی الفاظ استعمال کیے ہیں اور بعض تو غیر مانوس، نوایجاد اور مشکل ہیں۔ مثلاً انفیا تا وغیرہ۔ اور صراح وغیرہ سے مدد لیے بغیر ان کے معانی کا سمجھنا بھی دشوار ہے۔ اور میں نے اپنی تحریر میں شاید اور بھی زیادہ اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ دیکھیے! ہم دونوں نے مل کر اردو کو کس قدر بوجھل بنا دیا ہے۔

بہر حال امید ہے کہ ٹھنڈے دل سے میری گذارشات پر غور کیا جائے گا۔ اصل مقصود آپکو تحقیق دینا ہے نہ کہ الزام دینا۔ اور لغزش و خطا سے پاک صرف ذات باری تعالیٰ ہے

---

(نوٹ، صفحات کا حوالہ میں اس طرح لکھتا ہوں ص۶۳ س۹۔ لیکن کاتب صاحب کی دانش و ہنر مندی کے آگے سپر ڈال چکا ہوں۔ واصف